نزول آیاتِ فرقان
بسکونِ زمین و آسمان
۱۳۳۹ھ

ALAHAZRAT NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

تصنیف لطیف:۔
اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ

نزول آیات فرقان بسکون زمین وآسمان

(زمین اور آسمان کے ساکن ہونے کے بارے میں حق و باطل کے درمیان فرق کرنیوالی
(قرآن مجید کی) آیتوں کا نازل ہونا)

تصنیفِ لطیف : اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا خاں بریلوی

پیش کش:

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

برائے:

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسئلہ:۔

ازموتی بازار لاہور مسئولہ مولوی حاکم علی صاحب ۱۴ جمادی الاولےٰ ۱۳۳۹ھ

یاسیدی اعلیٰ حضرت سلمکم اللہ تعالیٰ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امابعد ھٰذا من تفسیر جلالین (ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا) ای یمنعھما من الزوال (تفسیر جلالین، تحت آیۃ ۴۱/۳۵، مطبع مجتبائی دہلی، حصہ دوم ص ۳۶۵)

، وایضا(او لم تکونوا اقسمتم) حلفتم (من قیل) فی الدنیا(مالکم من زائلۃ (زوال) عنھا الی الاٰخرۃ (تفسیر جلالین، تحت آیۃ ۴۴/۱۴، مطبع مجتبائی دہلی، حصہ اول ص ۲۰۸)

وایضا (وان) ما(کان مکرھم) وان عظم (لتزول منہ الجبال) المعنی لا یعبأبہ ولا یضر الا انفسھم والمراد بالجبال ھنا قیل حقیقتھا وقیل شرائع الاسلام المشبھۃ بھا فی القرار والثبات وفی قراء ۃ بفتح لام لتزول ورفع الفعل فان مخففۃ والمراد(والمعنی ولان کان مکرھم من الشدۃ بحیث تزول عنھا الجبال وتنقطع عن اماکنھا (کمالین علی ہامش جلالین، تحت آیۃ ۱۴/۴۶، مطبع مجتبائی دہلی، نصف اول، ص ۲۰۸) (معنی یہ ہیں کہ ان کا مکر اس قدر شدید ہے کہ اس سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں کمالین۔)تعظیم مکرھم وقیل المراد بالمکر کفرھم ویناسبہ علی الثانیۃ تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ و تنشق الارض و تخر الجبال ھدا و علی الاول ما ئ وماکان (تفسیر جلالین، تحت آیۃ ۱۴/۴۶، مطبع مجتبائی دہلی، حصہ اول ص ۲۰۸) وسردارمن دامت برکاتکم واین است ازتفسیر حسینی (ان اللہ) بدرستیکہ خدائے تعالیٰ (یمسک السمٰوٰت والارض) نگاہ میدارد آسمانہا وزمین را(ان تزولا) برائے آنکہ زائل نہ شوند ازاماکن خود چہ ممکن را در حال بقانا چاراست ازنگاہ دارندآوردہ اندکہ چوں یہود ونصاریٰ عزیر وعیسےٰ را بالفرزندی حق سخنہ

نسبت کردند آسمان وزمین نزدیک باں رسید کہ شگافتہ گردد حق تعالیٰ فرمود کہ من بقدرت نگاہ می دارم ایشاں را تا زوال نیابند یعنی از جائے خود نروند (تفسیر حسینی قادری، تحت آیۃ ۴۱/۳۵، مطبع محمدی واقع بمبئی انڈیا، ص ۷۰۵) ایضاً (اولم تکونوا) در جواب ایشاں گویند فرشتگان آیا نبودید شما کہ از روئے مبالغہ (اقسمتم من قبل) سوگند مے خوردید پیش ازیں در دنیا کہ شما پایندہ وخوابیدہ بودید (مالکم من زوال) نباشد شمارا ہیچ زوالے مراد آنست کہ می گفتند کہ ما در دنیا خواہیم بود و بسرائے دیگر نقل نخواہیم نمود (تفسیر حسینی قادری، تحت آیۃ ۱۴/۴۴، مطبع محمدی واقع بمبئی انڈیا، ص ۴۱۹) والیضاً (وان کان مکرھم) وبدرستیکہ بود مکر ایشاں در سختی وہول ساختہ پرداختہ (لتزول) تا از جائے برود (منہ الجبال) زاں مکر کوہ ہا۔ (تفسیر حسینی قادری، تحت آیۃ ۱۴/۴۶، مطبع محمدی واقع بمبئی انڈیا، ص ۴۱۹)

بعد ازیں یہ تفسیر جلالین کی عبارت ہے (بیشک اللہ تعالیٰ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو کہ جنبش نہ کریں) یعنی ان کو زوال سے روکے ہوئے ہے۔ یہ بھی اس میں ہے (تو کیا تم پہلے قسم نہ کھا چکے تھے) دنیا میں (نہیں ہے تمہیں) من زائدہ ہے (ہٹ کے کہیں جانا) دنیا سے آخرت کی طرف۔ اور یہ بھی اسی میں ہے (اور نہیں ہے ان کا مکر) اگرچہ بہت بڑا ہے (کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں) معنی یہ ہے کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں اور ان کا نقصان خود انہی کو ہے۔ اور یہاں پہاڑوں سے مراد ایک قول کے مطابق حقیقتاً خود پہاڑ ہیں، اور ایک قول کے مطابق احکام شرع ہیں جن کو قرار وثبات میں پہاڑوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اور جس قراءۃ میں لتزول کا لام مفتوح اور فعل مرفوع ہے اس قراءۃ میں ان مخففہ ہوگا اور مراد ان کے مکر کی بڑائی۔ اور کہا گیا ہے کہ مکر سے مراد ان کا کفر ہے۔ اور قراءۃ ثانیہ کی صورت میں اس قول کی تائید قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ کرتی ہے (قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ بڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں ڈھ کر) اور اول کی صورت میں جو پڑھا گیا ہے وما کان یعنی نہیں تھا (ان کا مکر)، اور میرے سردار! آپ کی برکتیں ہمشہ رہیں، یہ ہے تفسیر حسینی کی عبارت (ان اللہ) بیشک اللہ تعالیٰ (یمسک السمٰوٰت والارض) محفوظ رکھتا ہے آسمانوں اور زمین کو (ان تزولا) اس واسطے کہ اپنی جگہوں سے زائل نہ ہو جائیں کیونکہ ممکن کے لئے حالت بقاء میں کسی محافظ کا ہونا ضروری ہے۔ منقول ہے کہ جب یہود ونصاریٰ نے حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا تو آسمان وزمین پھٹنے کے قریب ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنی قدرت کے ساتھ ان کو محفوظ رکھتا ہوں تا کہ یہ

زوال نہ پائیں یعنی اپنی جگہ سے ہٹ نہ جائیں۔اسی میں ہے(اولم تکونوا اقسمتم من قبل)ان کے جواب میں فرشتے بطور مبالغہ کہیں گے کہ کیا تم نے اس سے پہلے دنیا میں قسمیں نہیں کھائی کہ تم دنیا میں ہمیشہ رہوگے اور سوئے رہوگے(مالکم من زوال)تمہارے لئے کوئی زوال نہیں ہوگا۔مراد یہ ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم دنیا میں ہمیشہ رہیں گے اور دوسرے جہاں میں منتقل نہیں ہونگے۔اور اسی میں ہے(وان کان مکرھم)یقیناً ان کا مکر سختی وہولناکی میں اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ(لتزول منہ الجبال)اس کی وجہ سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جاتے۔

اے محبوب ومحبِّ فقیر ایدکم اللہ تعالیٰ فی کل حال (اللہ تعالیٰ ہر حال میں آپ کی مدد فرمائے)جب کافروں کے زوال کے معنی ان کا اس دنیا سے دارالآخرۃ میں جانا مسلم ہوا تو معاملہ صاف ہوگیا کیونکہ کافر زمین پر پھرتے چلتے ہیں،اس پھرنے چلنے کا نام زوال نہ ہوا کہ یہ ان کا چلنا پھرنا اپنے اماکن میں ہے کہ جہاں تک اللہ تعالیٰ نے ان کو حرکت کرنے کا امکان دیا ہے وہاں تک ان کا حرکت کرنا ان کا زوال نہ ہوا۔یہی حال پہاڑوں کا ہوا کہ ان کا اپنے اماکن سے زائل ہوجانا ان کا زوال ہوا،جب یہ حال ہے تو زمین کا بھی اپنے اماکن سے زائل ہوجانا اس کا زوال ہوگا اور اپنے اماکن میں اس کا حرکت کرنا زوال نہیں ہوسکتا۔شکر ہے اس پروردگار کا کہ کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مجھے گریز نہ ہوا اور میری مشکل بھی از بارگاہ حل المشکلات حل ہوگئی ببرکت کلام کریم:

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزوقہ من حیث لا یحتسب (القرآن الکریم ۶۵/۲و۳)

اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔

اور یہ اس طرح ہوا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسمان کے سکون فی مکان کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہ فرمایا یعنی آسمان کی تصریح کی طرح تصریح نہ فرمائی یعنی خاموشی فرمائی،قربان جاؤں احسن الخالقین تبارک وتعالیٰ کے اور باعث خلق عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حضرت معلم التحیات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ سائنس کی سرکوبی کے لئے زمین کے زوال اس کے اماکن سے کے معنی آپ کے اس تابعدار مجاہد کبیر پر عیاں فرمائے کہ زمین کے زوال نہ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ جن اماکن میں اللہ تعالیٰ نے اس کا امساک کیا ہے اس سے یہ باہر نہیں سرک سکتی مگر ان اماکن میں اس کو حرکت امر کردہ شدہ عطا فرمائی ہوئی ہے جیسے کہ اس پر کافر چلتے پھرتے ہیں اور یہ ان کا زوال نہیں ہے،اسی طرح سے اپنے مدار میں سورج کی ہمراہی میں امساک کردہ شدہ ہے اور جاذبہ اور رفتار کیا ہے صرف اللہ پاک کے امساک کا ایک ظہور ہے اور کچھ نہیں ،اب چاہیں تو جاذبہ اور رفتار دونوں کو معدوم کردیں اور ہر چیز کو اس کے حیز میں ساکن فرمادیں اس سے زائل نہیں ہوسکتی جیسے کہ

سورج **والشمس تجری لمستقرلها** (القرآن الکریم،۳۶/۳۸) (اورسورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے) کی رو سے اپنے مجرے میں امساک کیا گیا ہوا ہے اور اپنے مجرے میں چل رہا ہے مگر اس کے اس چلنے کا نام زوال نہیں بلکہ جریان ہے تو زمین کا بھی اپنے مدار میں اور سورج کی ہمراہی میں چلنا اس کا جریان ہے نہ کہ زوال۔

ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء (القرآن الکریم ۲۱/۵۷) **فالحمد للہ رب العٰلمین والشکر والمنۃ۔**

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پرودگار ہے تمام جہانوں کا اور اس کا شکر اور احسان ہے۔

غریب نواز! کرم فرما کر میرے ساتھ متفق ہو جاؤ تو پھر ان شاء اللہ تعالیٰ نے سائنس کو اور سائنسدانوں کو مسلمان کیا ہوا ہاں **الم نجعل الارض مھادا** (القرآن الکریم،۷۸/۶) (کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا) کے بجائے **الذی جعل لکم الارض مھدا** (القرآن الکریم،۴۳/۱۰) (وہ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا کیا)

درج فرمادیں دیباچہ میں، سب کو سلام مسنون قبول ہو۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی بأمرہ قامت السماء والارض والصلوٰۃ والسلام علیٰ شفیع یوم العرض واٰلہ وصحبہ وابنہ و حزبہ اجمعین ، اٰمین !

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں، اور درود وسلام ہو روز قیامت شفاعت کرنے والے پر اور ان کی آل، اصحاب، اولاد اور تمام امت پر۔ آمین!

مجاہد کبیر مخلص فقیر، حق طلب پذیر سلمہ اللہ القدیر! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دسواں دن ہے آپ کی رجسٹری آئی میری ضروری کتاب کہ طبع ہو رہی ہے اس کی اصل کے صفحہ ۱۰۸۸ تک کاتب لکھ چکے اور صفحہ ۱۰۹۰ کے بعد سے مجھے تقریباً چالیس ۴۰ صفحات کے قدر مضامین بڑھانے کی ضرورت محسوس ہوئی، یہ مباحث جلیلہ دقیقہ پر مشتمل تھی، میں نے ان کی تکمیل مقدم جانی کہ طبع جاری رہے، ادھر طبیعت کی حالت آپ خود ملاحظہ فرما گئے ہیں وہی کیفیت اب تک ہے، اب بھی اسی طرح چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد کو لے جاتے لاتے ہیں، ان اوراق کی تحریر اور ان مباحث جلیلہ غامضہ کی تنقیح وتقریر سے بحمدہٖ تعالیٰ رات فارغ ہوا اور آپ کی محبت پر اطمینان تھا کہ اس ضروری دینی کام کی تقدیم کو نا گوار نہ رکھیں گے۔

آپ نے اپنا لقب مجاہد کبیر رکھا ہے مگر میں تو اپنے تجربے سے آپ کو مجاہد اکبر کہہ سکتا ہوں حضرت مولانا الاسد

الاسد الاشد مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کا لہجہ جلد سے جلد حق قبول کر لینے والا میں نے آپ کے برابر نہ دیکھا، اپنے جمے ہوئے خیال سے فوراً حق کی طرف رجوع لے آنا جس کا میں بارہا آپ سے تجربہ کر چکا نفس سے جہاد ہے اور نفس سے جہاد جہاد اکبر ہے تو آپ اس میں مجاہد اکبر ہیں **بارک اللہ تعالیٰ وتقبل امین** امید ہے کہ بعونہٖ تعالیٰ اس مسئلہ میں آپ ایسا ہی جلد از جلد قبول حق فرمائیں گے کہ باطل پر ایک آن کے کئے بھی اصرار میں نے آپ سے نہ دیکھا۔ **وللہ الحمد۔**

اسلامی مسئلہ یہ ہے کہ زمین وآسمان دونوں ساکن ہیں، کواکب چل رہے ہیں **کل فی فلکٍ یسبحون** ہر ایک ایک فلک میں تیرتا ہے، جیسے پانی میں مچھلی۔ اللہ عزوجل کا ارشاد پیش نظر ہے:

ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا ○ ولئن زالتاان امسکھما من احد من بعدہ انہ حلیما غفورا○

بیشک اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ سرکیں تو اللہ تعالیٰ کے سوا انہیں کون روکے، بے شک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔

میں یہاں اولاً اجمالاً چند حروف گزارش کروں کہ انشا اللہ تعالیٰ آپ کی حق پسندی کو وہی کافی ہوں۔ پھر قدرے تفصیل۔

اجمال یہ فقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعہ سیدنا عبداللہ بن مسعود صاحب سر رسول صلی اللہ علیہ وسلم وحضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے اس (آیہء کریمہ سے مطلق حرکت کی نفی مانی، یہاں تک کہ اپنی جگہ قائم رہ کر محور پر گھومنے کو بھی زوال بتایا (دیکھئے نمبر 2)

حضرت امام ابو مالک تابعی ثقہ جلیل تلمیذ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے زوال کو مطلق حرکت سے تفسیر کیا (دیکھئے آخر نمبر 2)

ان حضرات سے زائد عربی زبان ومعنی قرآن سمجھنے والا کون!

علامہ نظام الدین حسن نیشاپوری نے تفسیر رغائب الفرقان میں اس آیہء کریمہ کی تفسیر فرمائی (**ان تزولا**) **کراھتہ زوالھما عن مقرھما و مرکزھما** (غرائب القرآن (تفسیر نیشاپوری) تحت آیۃ ۴۱/۳۵، مصطفی البابی مصر، ۲۲/۸۴) (یعنی اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کو روکے ہوئے ہے کہ کہیں اپنے مقرر ومرکز سے ہٹ نہ جائیں۔ مقر ہی کافی تھا کہ جائے قرار وآرام ہے قرار وسکون ہے، منافی حرکت، قاموس سے آتا ہے قر سکن (القاموس المحیط، باب الراء، فصل القاف، مصطفی البابی مصر، ۲/۱۱۹) مگر انہوں نے اس پر اکتفا نہ کیا، بلکہ اس کا عطف تفسیری **مرکزھما** زائد کیا۔ مرکز جائے رکز، رکز گاڑنا،

جمانا یعنی آسمان وزمین جہاں جمے ہوئے گڑے ہوئے ہیں وہاں سے نہ سرکیں نیز غرائب الفرقان میں زیر قولہ تعالیٰ (الذی جعل لکم الارض فراشا) (اور جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا) فرمایا:

لایتم الا فتراش علیھا مالم تکن ساکنۃ، و یکفی فی ذٰلک ما اعطاھا خالقھا ورکز فیھا من المیل الطبیعی الی الوسط الحقیقی بقدرتہ واختیارہ ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا (غرائب القرآن (تفسیر نیشاپوری) تحت آیۃ ۲/۲۲، مصطفے البابی مصر، ۱/۱۹۲و۱۹۳)

زمین کو بچھونا بنانا اس وقت تک تام نہیں ہوتا جب تک وہ ساکن نہ ہو۔ اور اس میں کافی ہے وہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت واختیار کے ساتھ اس میں وسط حقیقی کی طرف میل طبعی مرتکز فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بیشک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں۔

اسی آیت کے نیچے تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی میں ہے:

اعلم ان کون الرض فراشا مشروط بکونھا ساکنۃ، فالارض غیر متحرکۃ لا بالا ستدارۃ ولا بالا ستقامۃ، وسکون الارض لیس الامن اللہ تعالیٰ بقدرتہ و اختیارہ ولھذا قال اللہ تعالیٰ ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا (مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۲/۲۲، المطبعۃ المصریۃ بمیدان الازہر، ۲/۱۰۳۔۱۰۲) اھ ملتقطا)

جان لے کہ زمین کا بچھونا ہونا اس کے ساکن ہونے کے ساتھ مشروط ہے۔ لہٰذا زمین نہ تو حرکت متدیرہ کے ساتھ متحرک ہے اور نہ ہی حرکت مستقیمہ کے ساتھ۔ اور اس کا ساکن ہونا محض اللہ تعالیٰ کی قدرت واختیار سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں۔ الخ التقاط۔

قرآن عظیم کے وہی معنی لینے ہیں جو صحابہ تابعین ومفسرین معتمدین نے لئے ان سب کے خلاف وہ معنی لینا جن کا پتا نصرانی سائنس میں ملے مسلمان کو کیسے حلال ہوسکتا ہے، قرآن کریم کی تفسیر بالرائے اشد کبیرہ ہے جس پر حکم ہے:

فلیتبوٴ مقعدہ من النار (جامع الترمذی، ابواب التفسیر، باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برایہ، امین کمپنی دہلی، ۲/۱۱۹)

وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

یہ تو اس سے بھی بڑھ کر ہوگا کہ قرآن مجید کی تفسیر اپنی رائے سے بھی نہیں بلکہ رائے نصاریٰ کے موافق، والعیاذ باللہ

، یہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہ صحابی جلیل القدر ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسرار سکھائے ان کا لقب ہی صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، ان سے اسرار حضورﷺ کی باتیں پو چھتے، اور عبداللہ تو عبداللہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ یہ جو فرمائیں اسے مضبوط تھامو **تمسکو البعهد ابن مسعود** (جامع الترمذی، ابواب المناقب، مناقب عبداللہ ابن مسعود، امین کمپنی دہلی ،۲/۲۲۱) (حلیۃ الاولیاء، ذکر عبداللہ ابن مسعود، دار الکتاب العربی بیروت، ۱/۱۲۸)

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

رضیت لامتی مارضی لهاابن ام عبدو کرهت لامتی ماکره لها ابن ام عبد (مجمع الزوائد، کتاب المناقب، مناقب عندالله بن مسعود، دار الکتاب العربی بیروت، ۹/۲۹۰)

میں نے اپنی امت کے لئے پسند فرمایا جو اس کے لئے عبداللہ ابن مسعود پسند کریں اور میں نے اپنی امت کے لئے ناپسند رکھا جو اس کے لئے ابن مسعود ناپسند رکھیں۔

اور خود ان کے علم قرآن کو اس درجہ ترجیح بخشی کہ ارشاد فرمایا:

استقرأ و االقران من اربعة من عبد الله ابن مسعود (الحديث) (صحیح البخاری کتاب المناقب، مناقب عبداللہ بن مسعود، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/۵۳۱) (صحیح مسلم، کاب الفضائل، فضائل عبداللہ بن مسعود، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲/۲۹۳)

قرآن چار شخصوں سے پڑھو۔ سب میں پہلے عبد اللہ ابن مسعود کا نام لیا۔

یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم میں بروایت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔

اور عجائب نعمائے الٰہیہ سے یہ کہ آیت کریمہ **ان تزولا** کی تفسیر اور یہ کہ محور پر حرکت بھی موجب زوال ہے۔ چہ جائے حرکت علی المدار۔ ہم نے دو صحابی جلیل القدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی، دونوں کی نسبت حضور انورﷺ کا ارشاد ہے کہ یہ جو بات تم سے بیان کریں اس کی تصدیق کرو۔ دونوں حدیثیں جامع ترمذی شریف کی ہیں اول:

ماحد ثکم ابن مسعود فصد قوه (جامع الترمذی، ابواب المناقب، مناقب عمار بن یاسر، امین کمپنی دہلی ،۲/۲۲۱) (مسند احمد بن حنبل، حدیث حذیفۃ بن الیمان، المکتب الاسلامی بیروت، ۵/۳۸۵و۴۰۲)

جو بات تم سے ابن مسعود بیان کرے اس کی تصدیق کرو۔

دوم:

ماحدثکم حذیفة فصدقوہ (جامع الترمذی، ابواب المناقب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مناقب حذیفۃ ابن الیمان، امین کمپنی دہلی، ۲/۲۲۲)

جو بات تم سے حذیفہ بیان کرے اس کی تصدیق کرو۔

اب یہ تفسیر ان دونوں حضرات کی نہیں، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسے مانو اس کی تصدیق کرو **والحمد للہ رب العالمین** ہمارے معنی کی تو یہ عظمت شان ہے کہ مفسرین سے ثابت، تابعین سے ثابت، اجلہ صحابہ کرام سے ثابت، خود حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے اس کی تصدیق کا حکم۔

اور عنقریب ہم بفضل اللہ تعالیٰ اور بہت آیات اور صدہا احادیث اور اجماع امت اور خود اقرار مجاہد کبیر سے اس معنی کی حقیقت اور زمین اور زمین کو سکون مطلق ثابت کریں گے۔ وباللہ التوفیق۔

آپ نے جو معنی لئے کیا کسی صحابی، کسی تابعی، کسی امام، کسی تفسیر، یا جانے دیجئے کسی چھوٹی سے چھوٹی کسی اسلامی عام کتاب میں دکھا سکتے ہیں کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ زمین گرد آفتاب دورہ کرتی ہے اللہ تعالیٰ اسے صرف اتنا روکے ہوئے ہے کہ اس مدار سے باہر نہ جائے لیکن اس پر اسے حرکت کرنے کا امر فرمایا ہے۔ حاش للہ! ہرگز کسی اسلامی رسالہ، پرچے، رقعہ سے اس کا پتا نہیں دے سکتے، سوا سائنس نصاریٰ کے۔ آگے آپ انصاف کرلیں گے کہ معنی قرآن وہ لئے جائیں یا یہ۔ محبا مخلصا! وہ کون سا نص ہے جس میں کوئی تاویل نہیں گڑھ سکتے، یہاں تک کہ قادیانی کافر نے **خاتم النبیین** (القرآن الکریم، ۳۳/۴۰) میں تاویل گھڑ دی کہ رسالت کی افضلیت ان پر ختم ہوگئی ان جیسا کوئی رسول نہیں۔ (تحذیر الناس، کتب خانہ رحیمیہ سہارن پور انڈیا، ص۴) نانوتوی نے گھڑ دی کہ وہ نبی بالذات ہیں اور نبی بالعرض، اور موصوف بالعرض کا قصہ بالذات پر ختم ہوجاتا ہے ان کے بعد بھی اگر کوئی نبی ہو تو ختم نبوت کے خلاف نہیں (تحذیر الناس، کتب خانہ رحیمیہ سہارن پور انڈیا، ص۲۵) کہ یونہی کوئی مشرک **لا الٰہ الا اللہ** میں تاویل کرسکتا ہے کہ اعلیٰ میں حصر ہے یعنی اللہ کے برابر کوئی خدا نہیں اگرچہ اس سے چھوٹے بہت سے ہوں جیسے حدیث شریف میں ہے:

لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار (الاسرار المرفوعۃ، حدیث ۱۰۶۰، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ص۲۶۵)

نہیں ہے کوئی جوان مگر علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) اور نہیں ہے کوئی تلوار مگر ذوالفقار۔

دوسری حدیث:

لا وجع الا وجع العین ولاھم الا ھم الدین (الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ،

حرف لا، حدیث ۹۴۴۹، المکتب الاسلامی بیروت، ص ۱۸۷)

درد نہیں مگر آنکھ کا درد اور پریشانی نہیں مگر قرض کی پریشانی

ایسی تاویلوں پر خوش نہیں ہونا چاہیے، بلکہ جو تفسیر ماثور ہے اس کے حضور سر رکھ دیا جائے اور جو مسئلہ تمام مسلمانوں میں مشہور ومقبول ہے مسلمان اسی پر اعتقاد لائے۔

محبی مخلصی! اللہ عزوجل نے آپ کو پکا مستقل سنی کیا ہے۔آپ جانتے ہیں کہ آپ سے پہلے رافضی جو مرتد نہ تھے کاہے سے رافضی ہوئے، کیا اللہ یا قرآن یا رسول یا قیامت وغیرہا ضروریات دین سے کسی کے منکر تھے؟ ہرگز نہیں، انہیں اسی نے رافضی کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت نہ کی۔محبا! دل کو صحابہ کی عظمت سے مملو کرلینا فرض ہے انہوں نے قرآن کریم صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے معنی سیکھے۔ان کے ارشاد کے آگے اپنی فہم ناقص کی وہ نسبت سمجھنی بھی ظلم ہے جو ایک علامہ متبحر کے حضور کسی جاہل گنوار بے تمیز کو۔محبا! صحابہ اور خصوصاً حذیفہ وعبداللہ ابن مسعود جیسے صحابہ کی یہ کیا عظمت ہوئی؟ اگر ہم خیال کریں کہ جو معنی قرآن عظیم انہوں نے سمجھے غلط ہیں، ہم جو سمجھے وہ صحیح ہیں، میں آپ کو اللہ عزوجل کی پناہ میں دیتا ہوں، اس سے کہ آپ کے دل میں ایسا خطرہ بھی گزرے۔**فاللہ خیر حافظا و ھو ارحم الراحمین** (القرآن الکریم، ۴۰/۳۳) (تو اللہ تعالیٰ سب سے بہتر نگہبان اور ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان ہے)

میں امید واثق رکھتا ہوں کہ اسی قدر اجمال حسین آپ کے انصاف عزیز کو بس۔اب قدرے تفصیل میں بھی عرض کروں:

(۱)

زوال کے اصل معنی سرکنا، ہٹنا جانا، حرکت کرنا، بدلنا ہیں۔قاموس میں ہے:

الزوال الذھاب والا ستحالۃ (القاموس المحیط، فصل الزاء باب اللام، تحت لفظ ''الزوال'' مصطفی البابی مصر، ۴۰۲/۳)

زوال کا معنی ہے جانا اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا۔

اسی میں ہے:

کل ماتحول فقد حال واستحال (القاموس المحیط، فصل الحاء باب اللام، تحت لفظ ''الحول'' مصطفی البابی مصر، ۳۷۴/۳)

ہر وہ جس نے جگہ بدلی تو بیشک اس نے حال بدلا اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہوا۔

ایک نسخہ میں ہے: **کل ماتحرک اور تغیر** (تاج العروس، فصل الحاء من باب اللام، تحت لفظ "الحول" داراحیاء التراث العربی بیروت، ۲۹۴/۷) (ہروہ جس نے حرکت کی یا تبدیل ہوا)

یونہی عباب میں ہے: **تحول اور تحرک** (تاج العروس، بحوالہ العباب من باب اللام، تحت لفظ "الحول" داراحیاء التراث العربی بیروت، ۲۹۴/۷) (بدلا یا حرکت کی)

تاج العروس میں ہے:

ازال اللہ تعالیٰ زوالہ ای اذھب اللہ حرکتہ وزال زوالہ ای ذھبت حرکتہ

(تاج العروس، فصل الزاء من باب اللام، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۳۶۲/۷)

(ازال اللہ) اللہ تعالیٰ نے اس کے زوال کا ازالہ فرمایا یعنی اس کی حرکت کو ختم فرمادیا۔ اور اس کا زوال زائل ہوا یعنی اس کی حرکت ختم ہوگئی۔

نہایہ ابن اثیر میں ہے۔

فی حدیث جندب الجھنی" واللہ لقد خالطہ سھمی ولو کان زائلۃ لتحرک الزائلۃ کل شئی من الحیوان یزول عن مکانہ ولا یستقر، وکان ھذا المرمی قد سکن نفسہ لایتحرک لئلا یحس بہ فیجھز علیہ (النہایہ فی غریب الحدیث والاثر، باب الزاء مع الواو، تحت لفظ "زوال"، مکتبۃ الاسلامیہ بیروت، ۳۱۹/۲)

جندب جہنی کی حدیث میں ہے بخدا میرا تیر اس میں پیوست ہوگیا، اگر اس میں حرکت کی طاقت ہوتی تو وہ حرکت کرتا۔ "زائلہ" اس حیوان کو کہتے ہیں جو اپنی جگہ سے ہٹ جائے اور قرار نہ پکڑے ۔جس کو تیر لگا تھا اس نے اپنے آپ کو حرکت سے روک لیا تا کہ اس کے بارے میں پتا نہ چل سکے اور اس کو ہلاک نہ کردیا جائے۔

(ا)

دیکھو! زوال بمعنی حرکت ہے اور قرآن عظیم نے آسمان وزمین سے اس کی نفی فرمائی تو حرکت زمین وحرکت آسمان دونوں باطل ہوئیں۔

(ب)

"زوال" جانا اور بدلنا ہے، حرکت محوری میں بدلنا ہے اور مدار پر حرکت میں جانا بھی، تو دونوں کی نفی ہوئی۔

(ج)

نہایہ اور درنثیر امام جلال الدین سیوطی میں ہے:

الزویل الا نزعاج بحیث لا یستقر علی المکان وھو والزوال بمعنی (النہایہ فی غریب الحدیث والاثر، باب الزاء مع الواو، تحت لفظ ''زوال''، مکتبۃ الاسلامیہ بیروت، ۳۲۰/۲)

''زویل'' کا معنی بے قراری ہے اس طور پر کسی ایک جگہ قرار نہ پکڑے۔ زویل اور زوال کا معنی ایک ہی ہے۔

قاموس میں ہے:

زعجہ واقلقہ وقلعہ من مکانہ کازعجہ فانزعج (القاموس المحیط، فصل الراء، والزای، باب الجیم تحت لفظ زعجہ مصطفے البابی مصر، ۱۹۸/۱)

اس کو بے قرار و مضطرب کیا اور اس کو اپنی جگہ سے ہٹایا، جیسے اس کو بے قرار کیا تو وہ بے قرار ہو گیا۔

لسان میں ہے:

الازعاج نقیض الاقرار (لسان العرب تحت لفظ ''زعج'' دار صادر بیروت، ۲۸۸/۲)

ازعاج (بے قرار کرنا) اقرار (ایک جگہ ٹھہرانے) کی ضد ہے۔

تاج میں ہے:

قلق الشئی قلقا وھوان لا یستقر فی مکان واحد (تاج العروس، فصل القاف، تحت لفظ ''القلق'' داراحیاء التراث العربی بیروت، ۵۸/۷)

قلق الشئی قلقاً کا معنی یہ ہے کہ شے ایک جگہ میں قرار نہ پکڑے۔

مفردات امام راغب میں ہے:

قرفی مکانہ قراراً ثبت ثبوتا جامدا واصلہ من القروھو البردوھو یقتضی السکون والحر یقتضی الحرکۃ (المفردات فی غرائب القرآن، القاف مع الراء، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ص ۴۰۶)

قرفی مکانہ یقر قراراً کا معنی یہ ہے کہ شئے اپنی جگہ ثابت ہو کر ٹھہر گئی۔ یہ اصل میں مشتق ہے قر سے، جس کا معنی سردی ہے اور وہ سکون کا تقاضا کرتی ہے جبکہ گرمی حرکت کی مقتضی ہے۔

قاموس میں ہے:

قربا لمکان ثبت وسکن کا ستقر (القاموس المحیط، فصل القاف، باب الراء، مصطفے البابی مصر،۲/۱۱۹)

قربالمکان کا معنی ٹھہرنا اور ساکن ہونا جیسا کہ استقر کا معنی بھی یہی ہے۔

دیکھو زوال انزعاج ہے، اور انزعاج قلق اور قلق مقابل قرار اور قرار سکون ہوتو زوال مقابل سکون ہے اور مقابل سکون نہیں مگر حرکت، تو ہر حرکت زوال ہے۔قرآن عظیم آسمان وزمین کے زوال سے انکار فرماتا ہے۔ لاجرم ان کی ہر گونہ حرکت کی نفی فرماتا ہے

(د)

صراح میں ہے:

زائلہ جنبیدہ و روندہ و آئندہ (صراح، فصل الزاء، باب اللام، نولکشور لکھنؤ، ص۴۴۳)

زائلہ کا معنی جنبش کرنیوالا ، جانیوالا اور آنیوالا ہے ۔

زمین اگر محور پر حرکت کرتی جنبیدہ ہوتی اور مدار پر تو آئندہ وروندہ بھی بہرحال زائلہ ہوتی اور قرآن عظیم اس کے زوال کو باطل فرماتا ہے۔ لاجرم اس سے ہر نوع حرکت زائل۔

(۲)

کریمہ وان کان مکرھم لتزول منه الجبال (القرآن الکریم ، ۱۴ / ۴۶) ان کا مکر اتنا نہیں جس سے پہاڑ جگہ سے ٹل جائیں، یا اگر چہ ان کا مکر ایسا بڑا ہو کہ جس سے پہاڑ ٹل جائیں، یہ قطعاً ہماری ہی موید اور ہر گونہ حرکت جبال کی نفی ہے۔

(الف)

ہر عاقل بلکہ غبی تک جانتا ہے کہ پہاڑ ثابت ساکن ومستقر ایک جگہ جمے ہوئے ہیں جن کو اصلاً جنبش نہیں۔ تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے:

ثبوت الجبل یعرفه الغبی والذکی (عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی، حاشیۃ الشہاب، تحت آیۃ ۱۴/۴۶، دارصادر بیروت، ۵/۲۷۷)

پہاڑ کے ثبوت و قرار کو کند ذہن اور تیز ذہن والا دونوں جانتے ہیں ۔

قرآن عظیم میں ان کو رواسی فرمایا، راسی ایک جگہ جما ہوا پہاڑ، اگر ایک انگل بھی سرک جائے قطعاً زال الجبل صادق آئے گا نہ یہ کہ دنیا میں لڑھکتا پھرے۔ اور زال الجبل نہ کہا جائے ثبات وقرار ثابت رہی کہ ابھی دنیا سے

آخرت کی طرف گیا ہی نہیں زوال کیسے ہوگیا۔ اپنی منقولہ عبارت جلالین دیکھئے: پہاڑ کے اسی ثبات واستقرار پر شرائع اسلام کو اس سے تشبیہ دی ہے جس کا ذرہ بھر ہلانا ممکن نہیں۔

(ب)

اسی عبارت جلالین کا آخر دیکھئے: کہ تفسیر دوم پر یہ آیت کریمہ **وتخر الجبال هدا** کے مناسب ہے یعنی ان کی ملعون بات ایسی سخت ہے جس سے قریب تھا کہ پہاڑ ڈھ کر گر پڑتے۔ یونہی معالم التنزیل میں ہے:

وهو معنى قوله تعالىٰ وتخر الجبال هدا (معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت آیت ۱۹/ ۹۰ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۳/ ۳۲)

اور یہی معنی ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا " اور پہاڑ ڈھ کر گر پڑتے۔

یہ مضمون ابوعبید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، نیز جو ابن جویبر ضحاک سے راوی ہوئے **کقوله تعالىٰ و تخر الجبال هدا** (جامع البیان عن الضحاک (تفسیر ابن جریر) تحت آیت ۱۴/۱۶ دار احیاء التراث العربی بیروت) (جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول "اور وہ پہاڑ گر جائیں گے ڈھ کر") اسی طرح قتادہ شاگرد انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، ظاہر ہے کہ ڈھ کر گرنا اس جنگل سے بھی اسے نہ نکال دے گا جس میں تھا نہ کہ دنیا سے، ہاں جما ہوا ساکن مستقر نہ رہے گا، تو اسی کو زوال سے تعبیر فرمایا اور اسی کی نفی زمین سے فرمائی تو وہ ضرور جمی ہوئی ساکن مستقر ہے۔

(ج)

رب عزوجل نے سیدنا موسیٰ علیٰ نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا:۔

لن ترانی ولكن انظر الى الجبل استقر مكانه فسوف ترانی (القرآن الکریم، ۷/ ۱۴۳)

تم ہرگز مجھے نہ دیکھو گے ہاں پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہے تو عنقریب تم مجھے دیکھ لو گے۔

پھر فرمایا:

فلما تجلى ربه للجبل جعله دكا وخر موسىٰ صعقا (القرآن الکریم، ۷/ ۱۴۳)

جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی اسے ٹکڑے کر دیا اور موسیٰ غش کھا کر گرے۔

کیا ٹکڑے ہو کر دنیا سے نکل گیا یا ایشیا یا اس ملک سے؟ اس معنی پر تو ہرگز جگہ سے نہ ٹلا، ہاں وہ خاص محل جس میں جما

ہوا تھا، وہاں جما نہ رہا، تو معلوم ہوا اسی قدر عدم استقرار کو کافی ہے اور اوپر گزرا کہ عدم استقرار عین زوال ہے زمین بھی جہاں جمی ہوئی ہے وہاں سے سرکے، تو بیشک زائلہ ہوگی اگرچہ دنیا یا مدار سے باہر نہ جائے۔

(و)

اس آیہء کریمہ کے نیچے تفسیر ارشاد العقل السلیم میں ہے:

وان کان مکرھم فی غایۃ المتانۃ والشدۃ معد،الا زالۃ الجبال عن مقارھا(ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی مسعود) تحت آیت ۱۴/۴۶ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۵/۵۸)

اگرچہ ان کا مکر مضبوطی اور سختی کی زیادتی کے سبب سے پہاڑوں کو اپنی جگہوں سے ہٹانے کی صلاحیت رکھتا تھا۔

نیشاپوری میں ہے: **ازالۃ الجبال عن اماکنھا** (غرائب القرآن ورغائب القرآن، تحت آیہ ۱۴/۴۶، مصطفی البابی مصر، ۱۳/۱۴۲) (پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ہٹانا)

خازن میں ہے: **زال عن اماکنھا** (لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر خازن) تحت آیہ ۱۴/۴۶، مصطفی البابی مصر، ۴/۵۳) (پہاڑ اپنی جگہوں سے ہٹ جائیں)، کشاف میں ہے: **تنقلع عن اماکنھا** (الکشاف، تحت آیہ ۱۴/۴۶، مکتب الاعلام الاسلامی قم ایران، ۲/۵۶۶) (پہاڑ اپنی جگہوں سے اکھڑ جائیں)، مدارک میں ہے: **تنقطع عن اماکنھا** (مدارک التنزیل (تفسیر نسفی) ۱۴/۴۶، دار الکتاب العربی بیروت، ۲/۲۶۶) (پہاڑ اپنی جگہوں سے جدا ہو جائیں)، اسی کے مثل آپ نے کمالین سے نقل کیا یہاں بھی مکان ومقر سے قطعاً وہی اقرار ہے جو کریمہء **فان ا ستقر مکانہ** (القرآن الکریم، ۷/۱۴۳) میں تھا ارشاد کا ارشاد **مقارھا** جاہائے قرار اور کشاف کا لفظ **تنقلع** خاص قابل لحاظ ہے کہ اکھڑ جانے ہی کو زوال بتایا ہے۔

(ہ)

سعید بن منصور اپنے سنن اور ابن ابی حاتم تفسیر میں حضرت ابو مالک غزوان غفاری کوفی استاذ امام سدی کبیر وتلمیذ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی:

وان کان مکرھم لتزول منہ الجبال قال تحرکت (تفسیر القرآن العظیم (ابن ابی حاتم) تحت آیہ ۱۴/۴۶، مکتبۃ نزار مصطفی الباز، ۷/۲۲۵۲)

اگرچہ ان کا مکر اس حد تک تھا کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا

اس کا معنی یہ ہے کہ حرکت کریں۔

انہوں نے صاف تصریح کردی ہے کہ زوال جبال ان کا حرکت کرنا جنبش کھانا ہے، اسی کی زمین سے نفی ہے۔ وللہ الحمد

(۳)

اوپر گزرا کہ زوال مقابل قرار وثبات ہے اور قرار وثبات حقیقی سکون مطلق ہے۔ دربارہ قرار عبارت امام راغب گزری۔ اور قاموس میں ہے:

> **المثبت کمکرم من لاحراک بہ من المرض وبکسر الباء الذی ثقل فلم یبرح الفراش و داء ثبات بالضم معجز عن الحرکۃ** (القاموس المحیط، فصل التاء والثاء، باب التاء، مصطفی البابی مصر، ۱/۱۵۰)
>
> مثبت بروزن مکرم وہ شخص ہے جس میں بیماری کی وجہ سے حرکت نہ ہو، اور اگر مثبت یعنی باء کسرہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہوگا وہ شخص جس کی بیماری بڑھ گئی اور وہ صاحب فراش ہوگیا ۔اور داء کا معنی ثبات ہوا، ثاء پر ضمہ کے ساتھ، یعنی حرکت سے عاجز کردینے والا مرض۔

مگر توسعاً قرار وثبات ایک حالت پر بقاء کو کہتے ہیں اگرچہ اس میں سکون مطلق نہ ہو تو اس کا مقابل زوال اسی حالت سے انفصال ہوگا۔ یونہی مقر ومستقر ومکان ہر جسم کے لیے حقیقۃ وہ سطح یا بعد مجرد یا موہوم ہے جو جمیع جوانب سے اس جسم کو حاوی اور اس سے ملاصق ہے۔ یعنی علمائے اسلام کے نزدیک وہ فضائے متصل جسے یہ جسم بھرے ہوئے ہے ظاہر ہے کہ وہ دبنے سرکنے سے بدل گئی، لہذا اس حرکت کو حرکت اینیہ کہتے ہیں یعنی جس سے دمبدم این کہ مکان وجائے کا نام ہے بدلتا ہے یہی جسم کا مکان خاص ہے اور اسی میں قرار وثبات حقیقی ہے اس کے لئے یہ بھی ضرور کہ وضع بھی نہ بدلے ،کرہ کہ اپنی جگہ قائم رہ کر اپنے محور پر گھومے مکان نہیں بدلتا مگر اسے قار وثابت وساکن نہ کہیں گے بلکہ زائل وحائل ومتحرک۔ پھر اسی توسع کے طور پر بیت بلکہ دار بلکہ محلے بلکہ شہر بلکہ ملک بلکہ کثیر ملکوں کے حاوی حصہ ءزمین مثل ایشیاء بلکہ ساری زمین بلکہ تمام دنیا کو مقر ومستقر و مکان کہتے ہیں قال تعالیٰ:

> **ولکم فیھا مستقر ومتاع الٰی حین** (القرآن الکریم، ۲/۳۶)
>
> اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے ۔

اور اس سے جب تک جدائی نہ ہوا سے قرار وقیام بلکہ سکون سے تعبیر کرتے ہیں اگرچہ ہزاروں حرکات پر مشتمل ہو، والہذا کہیں گے کہ موتی بازار بلکہ لاہور بلکہ پنجاب بلکہ ہندوستان بلکہ ایشیاء بلکہ زمین ہمارے مجاہد کبیر کا مسکن ہے، وہ ان میں

سکونت رکھتے ہیں، وہ ان کے ساکن ہیں، حالانکہ ہر عاقل جانتا ہے کہ سکون وحرکت متبائن ہیں، مگر یہ معنی مجازی ہیں، لہٰذا جائے اعتراض نہیں۔ لاجرم محل نفی میں ان کا مقابل زوال بھی انہیں کی طرح مجازی وتوسع ہے اور وہ نہ ہوگا جب تک ان سے انتقال نہ ہو، کفار کی وہ قسم کہ مالنا من زوال اسی معنی پر تھی یہ قسم نہ کھاتے تھے کہ ہم ساکن مطلق ہیں چلتے پھرتے نہیں، نہ یہ کہ ہم ایک شہر یا ملک کے پابند ہیں، اس سے منتقل نہیں ہو سکتے بلکہ دنیا کی نسبت قسم کھاتے تھے کہ ہمیں یہاں سے آخرت کی طرف جانا نہیں۔ ان ھی الاحیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما نحن بمعوثین (القرآن الکریم، ۲۳/۳۷) (وہ تو نہیں مگر ہماری دنیا کی زندگی کہ ہم مرتے جیتے ہیں اور ہمیں اٹھنا نہیں)

مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے:

واقسموا باللہ جھد ایمانھم لا یبعث اللہ من یموت (القرآن الکریم، ۱۶/۳۸)

اور انھوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں حد کی کوشش کی کہ اللہ تعالیٰ مردے نہ اٹھائیگا۔

لاجرم تیسری آیہء کریمہ میں زوال سے مراد دنیا سے آخرت میں جانا ہو، نہ یہ کہ دنیا میں ان کا چلنا پھرنا زوال نہیں قطعاً حقیقی زوال ہے جس کی سندیں اوپر سن چکے اور عظیم شافی بیان آگے آتا ہے، مگر یہاں اس کا ذکر ہے جس کی وہ قسم کھاتے تھے اور وہ نہ تھا مگر دنیا سے انتقال۔ معنی مجازی کے لئے قرینہ درکار ہوتا ہے یہاں قرینہ ان کے یہی اقوال بعینہ ہیں۔ بلکہ خود اسی آیت صدر میں قرینہ صریحہ، مقالیہ موجود کہ روز قیامت ان سے سوال وجواب کا ذکر ہے فرماتا ہے:

وانذر الناس یوم یأتیھم العذاب فیقول الذین ظلموا ربنا اخرنا الیٰ اجل قریب نجب دعوتک و نتبع الرسل اولم تکونوا اقسمتم من قبل مالکم من زوال (القرآن الکریم ۱۴/۴۴)

اور لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جب ان پر عذاب آئے گا، تو ظالم کہیں گے اے ہمارے رب تھوڑی دیر ہمیں مہلت دے کہ ہم تیرا بلانا مانیں اور رسولوں کی غلامی کریں۔ تو کیا تم پہلے قسم نہ کھا چکے تھے کہ ہمیں دنیا سے ہٹ کر کہیں جانا نہیں۔

لیکن کریمہء ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا (القرآن الکریم، ۳۵/۴۱) (بیشک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ کہیں جنبش نہ کریں) میں کوئی قرینہ نہیں تو معنی مجازی لینا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا بلکہ قطعاً زوال اپنے معنی حقیقی پر رہے گا یعنی قرار وثبات وسکون حقیقی کا چھوڑنا، اس کی نفی ہے تو ضرور سکون کا اثبات ہے ایک جگہ معنی مجازی میں استعمال دیکھ کر دوسری جگہ بلاقرینہ مجاز مراد لینا ہرگز حلال نہیں۔

(۴)

نہیں نہیں بلاقرینہ نہیں بلکہ خلاف قرینہ۔ یہ اور سخت تر ہے کہ کلام اللہ میں پوری تحریف معنوی کا پہلو دے گا رب عزوجل نے **یمسک** فرمایا ہے اور **امساک** روکنا، تھامنا، بند کرنا ہے۔ والہذا جو زمین کے پانی کو بہنے نہ دے روک رکھے اسے **مسک** اور **مساک** کہتے ہیں انہار وابحار کو نہیں کہتے بلکہ ان میں بھی پانی کی حرکت وہیں تک ہوگی جہاں تک احسن الخالقین جل وعلا نے اس کا امکان دیا ہے۔

قاموس میں ہے:

امسکہ حبسہ المسک محرکۃ الموضع یمسک الماء کالمساک کسحاب (القاموس المحیط، فصل المیم، باب الکاف، مصطفے البابی مصر، ۳/۳۲۹)

امسکہ کا معنی ہے اس کو روکا، **المسک** (س پر حرکت کے ساتھ) اس جگہ کو کہتے ہیں جو پانی کو روکے، جیسے مساک و بروزن سحاب۔

یوں تو دنیا بھر میں کوئی حرکت کبھی بھی زوال نہ ہو کہ جہاں تک احسن الخالقین تعالیٰ نے امکان دیا ہے اس سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔

(۵)

اگر ان معنی کو مجازی نہ لیجئے بلکہ کہئے کہ زوال عام ہے مکان و مستقر حقیقی خاص سے سرکنا اور موقع عام اور موطن اعم اور اعم ازاعم سے جدا ہونا سب اس کے فرد ہیں تو ہر ایک پر اس کا اطلاق حقیقت ہے جیسے زید وعمرو وبکر وغیرہم کسی فرد کو انسان کہنا تو اب بھی قرآن عظیم کا مفاد زمین کا وہی سکون مطلق ہوگا نہ کہ اپنے مدار سے باہر نہ جانا۔ **تزولا** فعل ہے اور محل نفی میں وارد ہے اور علم اصول میں مصرع ہے کہ فعل قوۃ نکرہ میں ہے اور نکرہ حیز نفی میں عام ہوتا ہے، تو معنی آیت یہ ہوئے کہ آسمان وزمین کو کسی قسم کا زوال نہیں نہ موقع عام سے نہ مستقر حقیقی خاص سے، اور یہی سکون حقیقی ہے وللہ الحمد۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے مجاہد کبیر کو اپنی عبارت میں ہر جگہ قید بڑھانی پڑی زمین کا اپنے اماکن سے زائل ہو جانا اس کا زوال ہوگا۔ زائل ہو جانا قطعاً مطلقاً زوال ہے، ''زائل ہو جانا'' زوال کا ترجمہ ہی تو ہے مکان خاص سے ہوخواہ اماکن سے، مگر اول کے اخراج کو اس قید کی حاجت ہوتی یونہی فرمایا زمین کا زوال اس کے اماکن سے، پھر فرمایا: جن اماکن میں اللہ تعالیٰ نے اس کو امساک کیا ہے اس سے باہر نہیں سرک سکتی۔ پھر فرمایا: اپنے مدار میں امساک کردہ شدہ ہے اس سے زائل نہیں ہوسکتی۔ اور نفی کی جگہ فرمایا: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسمان کے سکون فی مکانہ کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہیں فرمایا۔ یہاں جمع اماکن کا ظاہر کردیا مگر رب عزوجل نے تو ان میں سے کوئی قید نہ لگائی مطلق **یمسک** فرمایا ہے اور مطلق ان تزولا۔ اللہ آسمان وزمین ہر ایک کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائے، یہ نہ فرمایا کہ اس کے مدار میں

روکے ہوئے ہے، یہ نہ فرمایا کہ ہر ایک کے لئے اماکن عدیدہ ہیں ان اماکن سے باہر نہ جانے پائے، تو اس کا بڑھانا کلام الٰہی میں اپنی طرف سے پیوند لگانا ہوگا از پیش خویش قرآن عظیم کے مطلق کو مقید، عام کو مخصص بنانا ہوگا۔ اور یہ ہرگز روا نہیں۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے جو ان کی کتب عقائد میں مصرح ہے کہ **النصوص تحمل علیٰ ظواھرھا** (شرح عقائد نسفیہ، دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان، ص ۱۱۹) (نصوص اپنے ظاہر پر محمول ہوتی ہیں) بلکہ تمام ضلالتوں کا بڑا پھاٹک یہی ہے کہ بطور خود نصوص کو ظاہر سے پھیریں مطلق کو مقید عام کو مخصص کریں، **مالکم من زوال** (القرآن الکریم، ۴۴/۱۴) (تمہارے لئے زوال نہیں) کی تخصیص واضح سے ان تزولا کو بھی مخصص کرلینا اس کی نظیر یہی ہے کہ **ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر** (القرآن الکریم، ۲۰/۲) (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے) کی تخصیص دیکھ کر **ان اللہ بکل شئی علیم** (القرآن الکریم ۷۵/۸) (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے) کو بھی مخصص مان لیں کہ جس طرح وہاں ذات وصفات ومحالات زیر قدرت نہیں یوں ہی معاملہ صاف ہوگیا کہ ذات وصفات ومحالات کا معاذ اللہ علم بھی نہیں۔ زیادہ تشفی بحمدہ تعالیٰ نمبر ۸ میں آتی ہے جس سے واضح ہوجائے گا کہ اللہ ورسول وصحابہ ومسلمین کے کلام میں یہاں یعنی خاص محل نزاع میں زوال سے مطلقاً ایک جگہ سے سرکنا مراد ہوا ہے اگرچہ اماکن معینہ سے باہر نہ جائے یا زوال کفار کی طرح دنیا خواہ مدار چھوڑ کر الگ بھاگ جانا، فانتظر (چنانچہ انتظار کر)

(۶)

لاجرم وہ جنھوں نے خود صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرآن کریم پڑھا، خود حضور اقدس ﷺ سے اس کے معانی سیکھے انھوں نے آیہ کریمہ کو ہرگونہ زوال کی نافی اور سکون مطلق حقیقی کی مثبت بتایا۔ سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر نے حضرت شقیق ابن سلمہ سے کہ زمانہء رسالت پائے ہوئے تھے روایت کی اور یہ حدیث ابن جریر بسند صحیح برجال صحیحین بخاری ومسلم ہے:

حدثنا ابن بشار ثنا عبد الرحمن ثنا سفیٰن عن الاعمش عن ابی وائل قال جاء رجل الی عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال من این جئت ؟ قال من الشام. فقال من لقیت؟ قال لقیت کعباً. فقال ما حدثک کعب؟ قال حدثنی ان السمٰوٰت تدور علیٰ منکب ملک . قال فصدقتہ او کذبتہ ؟ قال ماصدقتہ ولا کذبتہ . قال لوددت انک افتدیت من رحلتک الیہ براحلتک و رحلھا وکذب کعب ان اللہ بقول ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا ۵ و لئن زالتا ان امسکھا من احدمن بعدہ (جامع البیان(

تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۳۵/۴۱، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۲۲/۱۷۰) زاد غیر ابن جریر و کفیٰ بھا زوالاً ابن تدور ا، (الدرالمنثور (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۳۵/ ۴۱، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۷/۳۲)

ہمیں ابن بشار نے حدیث بیان کی کہ ہم کو عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی کہ ہم کو اعمش نے بحوالہ ابووائل حدیث بیان کی، ابووائل نے کہا کہ ایک صاحب حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور حاضر ہوئے، فرمایا: کہاں سے آئے؟ عرض کی: شام سے۔ فرمایا: وہاں کس سے ملے؟ عرض کی: کعب سے، فرمایا: کعب نے تم سے کیا بات کی؟ عرض کی: یہ کہا کہ آسمان ایک فرشتے کے شانے پر گھومتے ہیں۔ فرمایا: تم نے اس میں کعب کی تصدیق کی یا تکذیب؟ عرض کی: کچھ نہیں (یعنی جس طرح کا حکم ہے کہ جب تک اپنی کتاب کریم کا حکم نہ معلوم ہوا اہل کتاب کی باتوں کو نہ سچ جانو نہ جھوٹ) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کاش! تم اپنا اونٹ اور اس کا کجاوہ سب اپنے اس سفر سے چھٹکارے کو دے دیتے کعب نے جھوٹ کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بیشک اللہ آسمانوں اور زمینوں کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ ہٹیں تو اللہ کے سوا انھیں کون تھامے۔ ان جریر کے غیر نے یہ اضافہ کیا کہ گھومنا ان کے سرک جانے کو بہت ہے۔

نیز محمد طبری نے بسند صحیح براصول حنفیہ برجال بخاری ومسلم حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ کے استاذ الاستاذ امام اجل ابراہیم نخعی سے روایت کی:

حدثنا جریر عن مغیرۃ عن ابراھیم قال ذھب جندب الجبلی الیٰ کعب الاحبار فقدم علیہ ثم رجع ، فقال لہ عبد اللہ حدثنا ماحدثک ، فقال حدثنی ان السماء فی قطب کقطب الرحاو القطب عمود علیٰ منکب ملک ، قال عبد اللہ لوددت انک افتدیت رحلتک بمثل راحلتک ، ثم قال ماتنتک الیھودیۃ فی قلب عبد فکادت تفارقہ ثم قال ان اللہ یمسک السمٰوٰت و الارض ان تزولا. کفیٰ بھاز والاان تدورا (جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۳۵/۴۱، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۲۲/۱۷۰۔۱۷۱)

ہمیں جریر نے بحوالہ مغیرہ ابراہیم سے حدیث بیان کی کہ ابراہیم نے کہا کہ جندب بجلی کعب احبار کے پاس جاکر واپس آئے، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہو کعب نے تم سے کیا کہا؟ عرض کی: یہ کہ آسمان چکی کی طرح ایک کیلی میں ہے اور کیلی ایک فرشتے کے کاندھے پر ہے۔

حضرت عبداللہ نے فرمایا: مجھے تمنا ہوئی کہ تم اپنے ناقہ کے برابر مال دے کر اس سفر سے چھٹ گئے ہوتے، یہودیت کی خراش جس دل میں لگتی ہے پھر مشکل ہی سے چھوٹتی ہے، اللہ تو فرمارہا ہے بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ نہ سرکیں، ان کے سرکنے کو گھومنا ہی کافی ہے۔

عبد بن حمید نے قتادہ شاگرد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

ان کعباً کان یقول ان السماء تدور علیٰ نصب مثل نصب الرحا فقال حذیفة بن الیمان رضی الله تعالیٰ عنهما کذب کعب ان الله یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا (الدرالمنثور فی التفسیر الماثور، تحت آیۃ ۳۵/۴۱، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۷/۳۲)

کعب کہا کرتے کہ آسمان ایک کیلی پر دورہ کرتا ہے جیسے چکی کی کیلی۔ اس پر حذیفۃ الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: کعب نے جھوٹ کہا۔ بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ جنبش نہ کریں۔

دیکھو ان اجلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مطلق حرکت کو زوال مانا اور اس پر انکار فرمایا اور قائل کی تکذیب کی اور اسے بقایائے خیالات یہودیت سے بتایا، کیا وہ اتنا نہ سمجھ سکتے تھے کہ ہم کعب کی ناحق تکذیب کیوں فرمائیں آیت میں تو زوال کی نفی فرمائی ہے اور ان کا یہ پھرنا چلنا اپنے اماکن میں ہے جہاں تک احسن الخالقین تعالیٰ نے ان کو حرکت کا امکان دیا ہے وہاں تک ان کا حرکت کرنا ان کا زوال نہ ہوگا، مگر ان کا ذہن مبارک اس معنی باطل کی طرف نہ گیا نہ جا سکتا تھا بلکہ اس کے ابطال ہی کی طرف گیا اور جانا ضرور تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً زوال کی نفی فرمائی ہے نہ کہ خاص زوال عن المدار کی تو انھوں نے روا نہ رکھا کہ کلام الٰہی میں اپنی طرف سے یہ پیوند لگالیں۔ لاجرم اس پر رد فرمایا اور اس قدر شدید و اشد فرمایا۔ وللہ الحمد۔

تنبیہ:۔

کعب احبار تابعین اخیار سے ہیں خلافت فاروقی میں یہودی سے مسلمان ہوئے کتب سابقہ کے عالم تھے۔ اہل کتب کی احادیث اکثر بیان کرتے انھیں میں سے یہ خیال تھا جس کی تغلیط ان اکابر صحابہ نے قرآن عظیم سے فرمادی تو کذب کعب کے یہ معنی ہیں کہ کعب نے غلط کہا نہ کہ معاذ اللہ قصداً جھوٹ کہا۔ کذب بمعنی اخطا محاورۂ حجاز ہے اور خراش یہودیت بمشکل چھوٹنے سے یہ مراد کہ ان کے دل میں علم یہود بھرا ہوا تھا وہ تین قسم ہے باطل صریح و حق صحیح اور مشکوک کہ جب تک اپنی شریعت سے اس کا حال نہ معلوم ہو حکم ہے کہ اس کی تصدیق نہ کرو ممکن کہ ان کی تحریفات یا خرافات سے ہو، نہ تکذیب کرو ممکن کہ توریت یا تعلیمات سے ہو اسلام لاکر قسم اول کا حرف حرف قطعاً ان کے دل سے نکل گیا، قسم دوم کا علم اور مسجل ہوگیا، یہ مسئلہ قسم سوم بقایائے علم یہود سے تھا جس کے بطلان پر آگاہ نہ ہوکر انھوں نے بیان کیا اور صحابہ کرام نے قرآن عظیم سے اس کا

بطلان ظاہر فرمادیا یعنی یہ نہ توریت سے ہے نہ تعلیمات سے بلکہ ان خبیثوں کی خرافات سے۔ تابعین صحابہء کرام کے تابع و خادم ہیں مخدوم اپنے خدام کو ایسے الفاظ سے تعبیر نہیں کرسکتے ہیں اور مطلب یہ ہے جو ہم نے واضح کیا وللہ الحمد۔

(۷)

اس ساری تحریر میں مجھے آپ سے اس فقرے کا زیادہ تعجب ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسمان کے سکون فی مکانہ کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہ فرمایا خاموشی فرمائی، اسے آپ نے اپنی مشکل کا حل تصور کیا، کعب احبار نے آسمان ہی کا گھومنا بیان کیا تھا اور یہود اسی قدر کے قائل تھے زمین کو وہ بھی ساکن مانتے تھے بلکہ ۱۵۳۰ء سے پہلے (جس میں کوپرنیکس نے حرکت زمین کی بدعت ضالہ کو کہ دو ہزار برس سے مردہ پڑی تھی جلایا) نصاریٰ بھی سکون ارض ہی کے قائل تھے، اسی قدر یعنی صرف دورۂ آسمان کا ان حضرات عالیات کے حضور تذکرہ ہوا اس کی تکذیب فرمادی، دورۂ زمین کس نے کہا تھا کہ اس کا رد فرماتے، اگر کوئی صرف زمین کا دورہ کہتا صحابہ اسی آیہء کریمہ سے اس کی تکذیب کرتے، اور اگر کوئی آسمان و زمین دونوں کا دورہ بتاتا صحابہ اسی آیت سے دونوں کا ابطال فرماتے۔ جواب بقدر سوال دیکھ لیا یہ نہ دیکھا کہ جس آیت سے وہ سند لائے اس میں آسمان و زمین دونوں کا ذکر ہے یا صرف آسمان کا، آیۃ پڑھئے صراحۃً دونوں ایک حالت پر مذکور ہیں دونوں پر ایک ہی حکم ہے، جب حسب ارشاد صحابہ آیہء کریمہ مطلق حرکت کا انکار فرماتی ہے اور وہ انکار آسمان و زمین دونوں کے لئے ایک نسق ایک لفظ ان تزولا میں ہے جس کی ضمیر دونوں کی طرف ہے تو قطعاً آیت نے زمین کی بھی ہرگونہ حرکت کو باطل فرمایا جس طرح آسمان کی۔ ایک شخص کہے حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آفتاب کو اپنے لئے سجدہ کرتے نہ دیکھا تھا اس پر عالم فرمائے وہ جھوٹا ہے آیہء کریمہ میں ہے:

انی رأیت احد عشر کو کباً والشمس والقمر رأیتھم لی ساجدین (القرآن الکریم، ۱۲/۴)

میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو اپنے لئے سجدہ کرتے دیکھا

اس کے بعد ایک دوسرا اٹھے اور چاند کو ساجد دیکھنے سے منکر ہو اور کہے قربان جایئے۔ عالم نے سورج کے سجدہ کی تصریح فرمائی مگر چاند کے بارے میں ایسا نہ فرمایا خاموشی فرمائی اسے کیا کہا جائیگا اب تو آپ نے خیال فرمالیا ہوگا کہ قائل حرکت ارض کو اجلہ صحابہ کرام بلکہ خود صاف ظاہر نص قرآن عظیم سے گریز کے سوا کوئی چارہ نہیں، اور یہ معاذ اللہ خسران مبین ہے جس سے اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ اور سب اہلسنت کو بچائے۔ آمین!

(۸)

عجب کہ آپ نے آفتاب کا زوال نہ سنا، اسے تو میں نے آپ سے بالمشافہ کہہ دیا تھا۔

(ا)

حدیثوں میں کتنی جگہ زالت الشمس (سورج ڈھل گیا) ہے بلکہ قرآن عظیم میں ہے:

اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس (القرآن الکریم، ۱۷/۷۸)

نماز قائم کرو سورج ڈھلتے وقت۔

تفسیر ابن مردویہ میں امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لدلوک الشمس کی تفسیر میں فرمایا: لزوال الشمس (الدرالمنثور فی التفسیر بالماثور (بحوالہ ابن مردویہ) تحت آیۃ ۱۷/۷۸، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۵/۲۸۰) ابن جریر نے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اتانی جبرئیل لدلوک الشمس حین زالت فصلی بی الظھر (جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۱۷/۷۸، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۵/۱۵۸)

میرے پاس جبرائیل آئے جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے میرے ساتھ نماز ظہر پڑھی۔

نیز ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلی الظھر اذا زالت الشمس، ثم تلا اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس (جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۱۷/۷۸، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۵/۱۵۸)

رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا۔ پھر ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ آیت کریمہ پڑھی کہ سورج ڈھلتے وقت نماز قائم کرو۔

نیز مثل سعید ابن منصور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے: دلوکھا زوالھا (الدرالمنثور، بحوالہ سعید بن منصور وابن جریر، تحت آیۃ ۱۷/۷۸، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۵/۲۸۱) (سورج کے دلوک کا معنی اس کا زوال ہے)

بزار وابوالشیخ وابن مردویہ نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے: دلوک الشمس زوالھا (الدرالمنثور، بحوالہ البزار وابی الشیخ وابن مردویہ، تحت آیۃ ۱۷/۷۸، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۵/۲۸۰) (سورج کے دلوک کا معنی اس کا زوال ہے)

عبدالرزاق نے مصنف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے:

دلوک الشمس اذا زالت عن بطن السماء (المصنف لعبدالرزاق، حدیث ۲۰۴۰،

المکتب الاسلامی بیروت،۱/۵۳۸)

سورج کا دلوک یہ ہے کہ جب وہ آسمان کے بطن سے ڈھل جائے ۔

مجمع بحارالانوار میں ہے:

زاغت الشمس مالت و زالت عن اعلی درجات ارتفاعها (مجمع الانوار، باب الزاء مع الیاء، مکتبہ دارالایمان مدینہ منورہ،۲/۴۵۶)

زاغت الشمس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنی بلندی کے اعلیٰ درجے سے ڈھل گیا۔

فقہ میں وقت زوال ہر کتاب میں مذکور اور عوام تک کی زبانوں پر مشہور۔کیا اس وقت آفتاب اپنے مدار سے باہر نکل جاتا ہے اور احسن الخالقین جل وعلا نے جہاں تک کی حرکت کا اسے امکان دیا ہے اس سے آگے پاؤں پھیلاتا ہے؟ حاشا! مدار ہی میں رہتا ہے اور پھر زوال ہو گیا۔ یونہی زمین اگر دورہ کرتی ضرور اسے زوال ہوتا اگر چہ مدار سے نہ نکلتی، اس پر اگر یہ خیال کیا جائے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ سرکنا تو آفتاب کو ہر وقت ہے پھر ہر وقت کو"زوال" کیوں نہیں کہتے ،تو یہ محض جاہلانہ سوال ہوگا، وجہ تسمیہ مطرد نہیں ہوتی ۔کتب میں یہ مشہور حکایت ہے کہ مطرد ماننے والے سے پوچھا جرجیر یعنی چینے کو کہ ایک قسم کا اناج ہے جرجیر کیوں کہتے ہیں، کہا **لانه یتجرجر علی الارض** اس لئے کہ وہ زمین پر جنبش کرتا ہے، کہا تمہاری داڑھی کو جرجیر کیوں نہیں کہتے یہ بھی تو جنبش کرتی ہے۔ قارورے کو قارورہ کیوں کہتے ہیں، کہا **لان الماء یقر فیها** اس لئے کہ اس میں پانی ٹھہرتا ہے، کہا تمہارے پیٹ کو قارورہ کیوں نہیں کہتے اس میں بھی تو پانی ٹھہرتا ہے۔ یہاں تین ہی موضع ممتاز تھے افق شرقی و غربی ودائرہ نصف النہار، ان سے سرکنے کا نام طلوع وغروب رکھا کہ یہ انسب وجہ تمایز تھا اور اس سے تجاوز کو زوال کہا اگر چہ جگہ سے زوال آفتاب کو بلاشبہہ ہر وقت ہے کریمہ **والشمس تجری لمستقر لها** میں عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قراءت ہے لامستقر لها یعنی سورج چلتا ہے کسی وقت اسے قرار نہیں، اوپر گزرا کہ قرار کا مقابل زوال ہے، جب کسی وقت قرار نہیں تو ہر وقت زوال ہے اگر چہ تسمیہ میں ایک زوال معین کا نام زوال رکھا، غرض کلام اس میں ہے کہ احادیث مرفوعہ سید عالم ﷺ وآثار صحابہء کرام واجماع اہل اسلام نے آفتاب کا اپنے مدار میں رہ کر ایک جگہ سے سرکنے کو زوال کہا اگر زمین متحرک ہوتی تو یقیناً ایک جگہ سے اس کا سرکنا ہی زوال ہوتا اگر چہ مدار سے باہر نہ جاتی لیکن قرآن عظیم نے صاف ارشاد میں اس کے زوال کا انکار فرمایا ہے تو قطعاً واجب کہ زمین اصلاً متحرک نہ ہو۔

(ب)

بلکہ خود یہی زوال کہ قرآن وحدیث وفقہ وزبان جملہ مسلمین سب میں مذکور قائلان دورۂ زمین اسے زمین ہی کا زوال کہیں گے کہ وہ حرکت یومیہ اسی کی جانب منسوب کرتے ہیں یعنی آفتاب یہ حرکت نہیں کرتا بلکہ زمین اپنے محور پر گھومتی

ہے جب وہ حصہ جس پر ہم ہیں گھوم کر آفتاب سے آڑ میں ہو گیا رات ہوئی، جب گھوم کر آفتاب کے سامنے آیا کہتے ہیں آفتاب نے طلوع کیا، حالانکہ زمین یعنی اس حصہ ارض نے جانب شمس رخ کیا جب اتنا گھوما کہ آفتاب ہمارے سروں کے محاذی ہوا یعنی ہمارا دائرۂ نصف النہار مرکز شمس کے مقابل آیا دوپہر ہو گیا، جب زمین یہاں سے آگے بڑھی دوپہر ڈھل گیا، کہتے ہیں آفتاب کو زوال ہوا حالانکہ زمین کو ہوا، یہ ان کا مذہب ہے اور صراحۃً قرآن عظیم کا مکذب و مکذب ہے۔ مسلمین تو مسلمین، بیروت وغیرہ کے سفہائے قائلان حرکت ارض بھی جن کی زبان عربی ہے اس وقت کو وقت زوال اور دھوپ گھڑی کو مزولہ کہتے ہیں یعنی زوال پہنچاننے کا آلہ۔ اور اگر ان سے کہئے: کیا شمس زوال کرتا ہے؟ کہیں گے: نہیں بلکہ زمین۔ حالانکہ وہ مدار سے باہر نہ گئی۔ تو آپ کی تاویل موافقین ومخالفین کسی کو بھی مقبول نہیں۔

(ج)

اوروں سے کیا کام، آپ تو بفضلہٖ تعالیٰ مسلمان ہیں، ابتدائے وقت ظہر زوال سے جانتے ہیں، کیا ہزار بار نہ کہا ہوگا کہ زوال کا وقت ہے، زوال ہونے کو ہے، زوال ہو گیا۔ کاہے سے زوال ہوا، دائرۂ نصف النہار سے۔ کس کا زوال ہوا، آپ کے نزدیک زمین کا کہ اسی کی حرکت محوری سے ہوا حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ زمین کو زوال نہیں، اب خود مان کر کہ زمین متحرک ہو تو روزانہ اپنے مدار کے اندر ہی رہ کر اسے زوال ہوتا ہے دنیا سے، زوال کفار پیش کرنے کا کیا موقع رہا، انصاف شرط ہے، اور قرآن عظیم کے ارشاد پر ایمان لازم وباللہ التوفیق۔

(د)

یہاں سے بحمدہ تعالیٰ حضرت معلم التحیات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کی خوب توضیح ہوگئی کہ صرف حرکت محوری زوال کو بس ہے۔

(۹)

بحمد اللہ تین آیتیں یہ گزریں:

آیت نمبر۱:

ان اللــــــــــــــــــہ یــــــــمسک (القرآن الکریم ۳۵/۴۱)

آیت نمبر۲:

ولــــــــئــــــــن زالتــــــــــــا (القرآن الکریم ۳۵/۴۱)

آیت نمبر۳:

لــــــدلــــــوک الشــــــمـــــــــس (القرآن الکریم ۱۷/۷۸)

آیت نمبر۴:

فـــلـــــمـــــا افــــلـــــت (القرآن الکریم۶/۷۸)

(پھر جب وہ ڈوب گیا)

آیت نمبر۵:

وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس و قبل الغروب (القرآن الکریم،۵۰/۳۹)

اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے۔

آیت نمبر۶:

وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس و قبل غروبھا (القرآن الکریم،۲۰/۱۳۰)

اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے۔

آیت نمبر۷:

حتیٰ اذا بلغ مطلع الشمس وجدھا تطلع علی قوم لم نجعل لھم من دونھا سترا (القرآن الکریم،۱۸/۹۰)

یہاں تک کہ سورج نکلنے کی جگہ پہنچا اسے ایسی قوم پر نکلتا پایا جن کے لئے ہم نے سورج سے کوئی آڑ نہیں رکھی۔

اور ان سب سے زائد

آیت نمبر۸:

وتری الشمس اذا طلعت تزاور عن کھفھم ذات الیمین واذا غربت تقرضھم ذات الشمال وھم فی فجوۃ منه ذٰلک من اٰیٰت اللہ (القرآن الکریم ،۱۸/۱۷)

تو آفتاب کو دیکھے گا جب طلوع کرتا ہے ان کے غار سے دہنی طرف مائل ہوتا ہے اور جب ڈوبتا ہے ان سے بائیں طرف کترا جاتا ہے حالانکہ وہ غار کے کھلے میدان میں ہیں، قدرت الٰہی کی نشانیوں سے ہیں۔

یونہی صدہا احادیث ارشاد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خصوصاً حدیث صحیح بخاری ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے:

قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لابی ذرحین غربت الشمس اتدری این تذھب قلت اللہ و رسولہ اعلم قال فانھا تذھب حتی تسجد تحت العرش فتستأذن فیؤذن لھا ویوشک ان تسجد فلا یقبل منھا وتستأذن فلایؤذن لھا یقال لھاارجعی من حیث جئت فتطلع من مغربھا فذٰلک قولہ تعالیٰ والشمس تجری لمستقرھا ذٰلک تقدیر العزیز العلیم (صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ الشمس والقمر بحسبان، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/۴۵۴)

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا جب کہ سورج غروب ہو چکا تھا کیا تم جانتے ہو کہ سورج کہاں جاتا ہے؟ حضرت ابوذر کہتے ہیں میں عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: وہ جاتا ہے تاکہ عرش کے نیچے سجدہ کرے۔ چنانچہ وہ اجازت طلب کرتا ہے تو اس کو اجازت دے دی جاتی ہے قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے، وہ سجدہ اس کی طرف سے قبول نہ کیا جائے اور وہ اجازت طلب کرے تو اس کو سجدہ کرنے کی اجازت نہ دی جائے اور اسے کہا جائے کہ تو لوٹ جا جہاں سے آیا ہے، پھر وہ مغرب سے طلوع ہوگا۔ یہی معنی ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا ''اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے، یہ حکم ہے زبردست علم والے کا''۔

یونہی ہزارہا آثار صحابہ عظام وتابعین کرام واجماع امت جن سب میں ذکر ہے کہ آفتاب طلوع وغروب کرتا ہے آفتاب کو وسط سماء سے زوال ہوتا ہے آفتاب کی طرح روشن دلائل ہیں کہ زمین ساکن محض ہے بدیہی ہے اور خود مخالفین کو تسلیم کہ طلوع وغروب وزوال نہیں مگر حرکت یومیہ سے تو جس کے یہ احوال ہیں حرکت یومیہ اسی کی حرکت ہے تو قرآن عظیم و احادیث متواترہ واجماع امت سے ثابت کہ حرکت یومیہ حرکت شمس ہے نہ کہ حرکت زمین، لیکن اگر زمین حرکت محوری کرتی تو حرکت یومیہ اسی کی حرکت ہوتی جیسا کہ مزعوم مخالفین ہے تو روشن ہوا کہ زعم سائنس باطل ومردود ہے، پھر شمس کی حرکت یومیہ جس سے طلوع وغروب وزوال ہے نہ ہوگی مگر یوں کہ وہ گرد زمین دورہ کرتا ہے، تو قرآن وحدیث واجماع سے ثابت ہوا کہ آفتاب حول ارض دائر ہے، لاجرم زمین مدار شمس کے جوف میں ہے تو ناممکن ہے کہ زمین گرد شمس دورہ کرے اور آفتاب مدار زمین کے جوف میں ہو تو بحمد اللہ تعالیٰ آیات متکاثرہ واحادیث متواترہ واجماع امت طاہرہ سے واضح ہوا کہ زمین کی حرکت محوری ومداری دونوں باطل ہیں وللہ الحمد، زیادہ سے زیادہ مخالف یہاں یہ کہہ سکتا ہے کہ ''غروب تو حقیقۃً شمس کے لئے ہے کہ وہ غیبت ہے اور آفتاب ہی اس حرکت زمین کے باعث نگاہ سے غائب ہوتا ہے اور زوال حقیقۃً زمین کے لئے ہے کہ یہ ہٹتی ہے نہ کہ آفتاب، اور طلوع حقیقۃً کسی کے لئے نہیں کہ طلوع صعود اور اوپر چڑھنا ہے۔ حدیث میں ہے:

لکل حد مطلع (اتحاد السادۃ المتقین، کتاب آداب تلاوۃ القرآن الباب الرابع، دار الفکر

بیروت،۴/ ۵۲۷)

ہر حد کے لئے چڑھنے کی جگہ ہے

نہایہ درنثیر ومجمع البحار وقاموس میں ہے:

ای مصعد یصعد الیہ من معرفۃ علمہ (القاموس المحیط، باب العین، فصل الطاء، مصطفی البابی مصر،۳/ ۶۱)

یعنی چڑھنے کی جگہ جس کی طرف وہ اپنی علمی معرفت کے ساتھ چڑھتا ہے

نیز ثلاثہ اصول وتاج العروس میں ہے:

مطلع الجبل مصعدہ (تاج العروس شرح القاموس فصل الطاء، داراحیاء التراث العربی بیروت،۵/ ۴۴۲)

پہاڑ کا مطلع اس پر چڑھنے کی بلند جگہ ہے

حدیث میں ہے:

طلع المنبر (مجمع بحارالانوار باب الطاء مع اللام، مکتبہ دارالایمان المدینۃ المنورہ ۳/ ۴۵۹)

منبر پر چڑھنا

مجمع البحار میں ہے:

ای علاہ (مجمع بحارالانوار باب الطاء مع اللام، مکتبہ دارالایمان المدینۃ المنورہ ۳/ ۴۵۹)

یعنی اس کے اوپر چڑھنا

ظاہر ہے کہ زمین آفتاب پر نہیں چڑھتی، اور مخالف کے نزدیک آفتاب بھی اس وقت زمین پر نہ چڑھا کہ طلوع اس کی حرکت نہیں، لاجرم طلوع سرے سے باطل محض ہے مگر مکان زمین کو حرکت زمین محسوس نہیں ہوتی، انھیں وہم گزرتا ہے کہ آفتاب چلتا، چڑھتا، ڈھلتا ہے لہٰذا طلوع وزوال شمس کہتے ہیں، یہ کوئی کافر کہہ سکے مسلمان کیونکر روا رکھ سکے کہ جاہلانہ وہم جو لوگوں کو گزرتا ہے قرآن عظیم بھی معاذ اللہ اسی وہم پر چلا ہے اور واقع کے خلاف طلوع وزوال کو آفتاب کی طرف نسبت فرمادیا ہے والعیاذ باللہ تعالٰی، لاجرم مسلمان پر فرض ہے کہ حرکت شمس وسکون زمین پر ایمان لائے واللہ الہادی۔

(۱۰)

سورۂ طٰہٰ وسورۂ زخرف دو جگہ ارشاد ہوا ہے:

الـــذی جـــعـــل لـــکـــم الارض مهـــدا (القرآن الکریم ۲۰/۵۳و۴۳/۱۰)

وہ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا کیا

دونوں جگہ صرف کوفیوں مثل امام عاصم نے جن کی قراءت ہند میں رائج ہے مهداً پڑھا، باقی تمام ائمہ قراءت نے مهٰداً بزدیات الف۔ دونوں کے معنی بچھونا، جیسے فرش وفراش یونہی مهدو مهاد۔

(ا)

پس قراءت عام ائمہ نے قراءت کوفی کی تفسیر فرمادی کہ مهد سے مراد فرش ہے۔

مدارک شریف سورۂ طٰہٰ میں ہے:

(مهدا) کوفی وغیرهم مهادا و هما لغتان لمایبسط ویفرش (مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ ۲۰/۵۳ دارالکتاب العربی بیروت ۳/۵۵)

(مهداً) یہ کوفیوں کی قراءۃ ہے ان کے غیر مهاداً پڑھتے ہیں، یہ دونوں لغتیں ہیں، اس کا معنی ہے وہ شے جس کو بچھایا جاتا ہے اور بچھونا بنایا جاتا ہے۔

اسی کی سورۂ زخرف میں ہے:

(مهـداً) کوفی وغیرہ مهاداً ای موضع قرار (مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ ۲۰/۵۳ دارالکتاب العربی بیروت ۴/۱۱۴)

(مهـــداً) کوفی قراءۃ ہے اور ان کے غیر کی قراءۃ مهـــاداً ہے یعنی قرار کی جگہ

معالم شریف میں ہے:

قـرأ اهـل الـکـوفة مهـداً اهـهـنـا وفـی الـزخـرف فیکون مصدراً ای فرشاً و قرأالأخرون مهاداکقوله تعالیٰ الم نجعل الارض مهادا ای فراشا و هو اسم مایفرش کالبساط (معالم التنزیل (تفسیر بغوی) تحت آیۃ ۲۰/۵۳ دارالکتاب العلمیہ بیروت ۳/۱۸۶)

اہل کوفہ نے یہاں اور سورۃ زخرف میں مهداً پڑھا ہے یعنی فرش اور دوسروں نے مهاداً پڑھا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "کیا ہم نے زمین کو مهـــاد نہیں بنایا، یعنی فراش۔ وہ اس چیز کا نام ہے جسے بچھایا جاتا ہے جیسے بچھونا۔

تفسیر ابن عباس میں دونوں جگہ ہے: (مهـــداً فـــراشـــا) (تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس، تحت آیہ ۲۰/۵۳و۴۳/۱۰، مکتبہ سرحد مردان ص ۱۹۵و۳۰۴) (یعنی بچھونا)، نیز یہی مضمون قرآن عظیم کی بہت آیات میں ارشاد ہے، فرماتا

ہے:

الم نجعل الارض مھاداً (القرآن الکریم،۷۸/۶)

کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا

فرماتا ہے:

والارض فرشنٰھا فنعم الماھدون (القرآن الکریم،۵۱/۴۸)

اور زمین کو ہم نے فرش کیا تو ہم کیا ہی اچھا بچھانے والے ہیں

فرماتا ہے:

واللہ جعل لکم الارض بساطا (القرآن الکریم،۷۱/۱۹)

اور اللہ نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا

فرماتا ہے:

الذی جعل لکم الارض فراشا (القرآن الکریم،۲/۲۲)

جس نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا بنایا

اور قرآن کی بہتر تفسیر وہ ہے کہ خود قرآن کریم فرمائے۔

(ب)

بچے ہی کا مہد ہو تو وہ کیا اس کے بچھونے کو نہیں کہتے۔ جلالین سورۂ زخرف میں ہے:

(مھاداً) فراشاً کالمھد للصبی (تفسیر جلالین،تحت آیت ۴۳/۱۰)

(مھاداً) بچھونا جیسے بچے کے لئے گہوارہ

لاجرم حضرت شیخ سعدی وشاہ ولی اللہ نے مھداً کا ترجمہ طٰہٰ میں فرش اور زخرف میں بساط ہی کیا اور شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر نے دونوں جگہ بچھونا۔

(ج)

گہوارہ ہی لو تو اس سے تشبیہ آرام میں ہوگی نہ کہ حرکت میں، ظاہر کہ زمین اگر بفرض باطل جنبش بھی کرتی تو اس سے نہ ساکنوں کو نیند آتی ہے کہ گرمی کے وقت ہوا لاتی ہے تو گہوارہ سے اسے بحیثیت جنبش مشابہت نہیں۔ ہے تو بحیثیت آرام و راحت ہے۔ خود گہوارہ سے اصل مقصد یہی ہے، نہ کہ ہلانا، تو وجہ شبہ وہی ہے نہ یہ۔ لاجرم اسی کو مفسرین نے اختیار کیا۔

(د)

لطف یہ کہ علماء نے اس تشبیہ مہد سے بھی زمین کا سکون ہی ثابت کیا بالکل نقیض اس کا جو آپ چاہتے ہیں، تفسیر کبیر میں ہے:

کون الارض مھدا انما حصل لاجل کونھا واقفة ساکنة ولما کان المھد موضع الراحة للصبی جعل الارض مھد الکثرة مافیھا من الراحات (مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) تحت آیہ ۱۰/۴۳، المطبعۃ البہیۃ المصریہ مصر، ۲۷/۱۹۶)

زمین کا گہوارہ ہونا اس کے ٹھہرنے اور ساکن ہونے کی وجہ سے حاصل ہوا، اور جب گہوارہ بچے کے لئے راحت کی جگہ ہے تو زمین کو اس کے لئے گہوارہ قرار دیا گیا کہ اس میں کئی طرح متعدد راحتیں موجود ہیں۔

خازن میں ہے:

(جعل لکم الارض مھدا) معناہ واقفة ساکنة یمکن الانتفاع بھا ولما کان المھد موضع راحة الصبی فلذٰلک سمی الارض مھادا الکثرة مافیھا من الراحة للخلق (لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن) تحت آیہ ۱۰/۴۳ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۴/۱۰۹)

(تمہارے لئے زمین کو گہوارہ بنایا) اس کا معنی ہے کہ وہ ٹھہری ہوئی پر سکون ہے جس سے نفع اٹھانا ممکن ہے۔ جبکہ گہوارہ بچے کے لئے راحت کی جگہ ہے تو اسی لئے زمین کا نام گہوارہ رکھا گیا کیونکہ اس میں مخلوق کے لئے کثیر راحتیں موجود ہیں۔

خطیب شربینی پھر فتوحات الٰہیہ میں زیر کریمہ زخرف ہے:

ای لوشاء لجعلھا متحرکة فلا یمکن الانتفاع بھا فالانتفاع بھا انما حصل لکونھا مسطحة قارة ساکنة (الفتوحات الالٰہیہ (جمل) تحت آیہ ۱۰/۴۳، مصطفی البابی مصر، ۴/۷۷)

یعنی اگر اللہ تعالٰی چاہتا تو زمین کو متحرک بناتا جس سے نفع حاصل کرنا ممکن نہ ہوتا۔ نفع تو اس سے اس صورت میں حاصل ہوا کہ وہ ہموار، قرار پکڑنے والی اور ساکن ہے۔

اس ارشاد علماء پر کہ ''زمین متحرک ہوتی تو اس سے انتفاع نہ ہوتا'' کاسہ لیسان فلسفہ جدیدہ کو اگر یہ شبہ لگے'' کہ اس کی حرکت محسوس نہیں'' تو ان سے کہئے یہ تمہاری ہوس خام ہے۔ ''فوز مبین'' دیکھئے ہم نے خود فلسفہ جدیدہ کے مسلمات عدیدہ سے ثابت کیا ہے کہ اگر زمین متحرک ہوتی جیسا وہ مانتے ہیں تو یقیناً اس کی حرکت ہر وقت سخت زلزلہ اور شدید آندھیاں لاتی،

انسان حیوان کوئی اس پر نہ بس سکتا، زبان سے ایک بات ہانک دینا آسان ہے مگر اس پر جو قاہر رد ہوں ان کا اٹھانا ہزار ہانس پیرا تا ہے۔

(۱۱)

دیباچہ میں جو آپ نے دلائل حرکت زمین کتب انگریزی سے نقل فرمائے الحمدللہ ان میں کوئی نام کو تام نہیں سب پادر ہوا ہیں، زندگی بالخیر ہے تو آپ انشاءاللہ تعالیٰ ان سب کا رد بلیغ فقیر کی کتاب فوز مبین کی فصل چہارم میں دیکھیں گے بلکہ وہ آٹھ سطر جو میں نے اول میں لکھ دی ہیں کہ یورپ والوں کو طرز استدلال اصلاً نہیں آتا انھیں اثبات دعویٰ کی تمیز نہیں، ان کے اوہام جن کو بنام دلیل پیش کرتے ہیں یہ یہ علتیں رکھتے ہیں، منصف ذی فہم مناظرہ داں کے لئے وہی ان کے رد میں بس ہیں کہ دلائل بھی انہیں علتوں کے پابند ہوس ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ آپ جیسے دیندار وسنی مسلمان کو تو اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ ارشاد قرآن عظیم ونبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ومسئلہ اسلامی واجماع امت گرامی کے خلاف کیونکر کوئی دلیل قائم ہوسکتی، اگر بالفرض اس وقت ہماری سمجھ میں اس کا رد نہ آئے جب بھی یقیناً وہ مردود اور قرآن وحدیث واجماع سچے۔ یہ ہے بحمداللہ شان اسلام۔

محبّ فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات ونصوص میں تاویلات دور از کار کرکے سائنس کے مطابق کرلیا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام، وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے دلائل سائنس کو مردود و پامال کردیا جائے جابجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو، سائنس کا ابطال واسکات ہو، یوں قابو میں آئے گی، اور یہ آپ جیسے فہیم سائنس داں کو باذنہٖ تعالیٰ دشوار نہیں آپ اسے بچشم پسند دیکھتے ہیں ع

وعین الرضاء عن کل عیب کلیلۃ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، تحت الحدیث، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۴۸۸/۳)

رضا مندی کی آنکھ ہر عیب کو دیکھنے سے عاجز ہوتی ہے

اس کے معائب مخفی رہتے ہیں مولیٰ عزوجل کی عنایت اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت پر بھروسہ کرکے اس کے دعاوی باطلہ مخالفہ اسلام کو بنظر تحقیر ومخالفت دیکھئے اس وقت ان شاءاللہ العزیز القدیر اس کی ملمع کاریاں آپ پر کھلتی جائیں گی اور آپ جس طرح اب دیوبندیہ مخذولین پر مجاہد ہیں یونہی سائنس کے مقابل آپ نصرت اسلام کے لئے تیار ہوجائیں گے کہ ع

ولکن عین السخط تبدی المساویا (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، تحت الحدیث

۳۶۶۳،دارالکتب العلمیۃ بیروت،۳/۴۸۸)

لیکن ناراضگی کی آنکھ عیبوں کو عیاں کر دیتی ہے

مولوی قدس سرہ المعنوی فرماتے ہیں:

دشمن راہ خدا راہ خوار دار دزد را منبر بردار دار

(اللہ تعالٰی کے راستے کے دشمن کو ذلیل رکھ، چور کے لئے منبر مت بچھا بلکہ اس کو سولی پر رکھ)

(مثنوی معنوی ، رجوع بحکایت زاہد باغلام امیر، دفتر پنجم، مؤسسۃ انتشارات اسلام لاہور،ص۳۵۱)

رب کریم بجاہ نبی رؤف رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ہمیں اور آپ اور ہمارے بھائیوں اہل سنت خادمان ملت کو نصرت دین حق کی توفیق بخشے اور قبول فرمائے، آمین!

اٰمین و اعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولٰینا فانصرنا علی القوم الکٰفرین o والحمدللہ رب العٰلمین o وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولٰینا محمد واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین o اٰمین واللہ تعالیٰ اعلم .

اے معبود برحق! ہماری دعا قبول فرما اور ہمیں معاف فرمادے اور بخش دے اور ہم پر رحم فرما۔تو ہمارا مولیٰ ہے،تو کافروں پر ہمیں مدد دے۔اور تمام تعریفیں اللہ رب العٰلمین کے لئے ہیں۔اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے ہمارے آقا محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور آپ کی آل،اصحاب، اولاد اور تمام امت پر۔آمین۔اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔

(ختم شد)